اسلامی ریاست کامالیاتی نظام

The financial system of Islamic State

حافظ سید محمد وقاص ہاشمی[i]

ABSTRACT

Islamic Financial System and Department of FinanceIslam puts strict security in its financial system as well as in its department of finance.

Mostly flaws are found in the same very financial system as this system is considered to be backbone of any Islamic State. Nevertheless, it is pre-requisite to discuss its resources and applications.

As the means of acquiring capital are numerous but to understand and correct use of such resources are the guarantees of prosperous society

اسلامی ریاست کا تعارف:

وہ ریاست جہاں اقتدارِ اعلیٰ ''اللہ عزوجل'' کے لیے تسلیم کیا جاتا ہو۔ ریاست کا قانون قرآن وسنت ہو، اور نظم ونسق عدل وانصاف پر مبنی ہو۔ اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام سے مراد اس کے محاصل ومصارف ہیں۔ مالیاتی نظام کسی بھی ریاست کے لیئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی ریاست کے حکمران اس مالیاتی نظام میں اپنی صوابدید کے مطابق تصرف کرنے لگ جائیں تو پھر وہ تصرف ''خورد بُرد'' کہلائے گا۔ اس پر کلام سے قبل چند اُمور کی وضاحت ضروری ہے۔ کسی بھی ریاست کے قیام کے لیے دو چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱) امن عامہ (۲) معاشی خوشحالی

امن عامہ:

اسلام سے قبل مکہ مکرمہ کی (زمانہ جاہلیت) ریاست پر ایک سرسری سی نظر ڈالیے تو معلوم ہوتا ہے کہ خانہ خدا کی وجہ سے وہ گھر دارالامان تصور کیا جاتا تھا۔ اگرچہ کہ وہاں باقاعدہ کوئی ریاستی نظم ونسق نہیں پایا جاتا تھا۔ پھر بھی معاشرے کے افراد نے از خود مذکورہ بالا دونوں بنیادی اہم جزئیات کو تھام رکھا تھا۔ تاریخ مکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بھی خواہ وہ مکی ہو یا باہر سے آنے والا مسافر، ظلم کا شکار ہوتا تو جب وہ اللہ کے گھر کا واسطہ دے کر امان طلب کرتا تو اس کو امان دی جاتی تھی۔ جس کی شاندار مثال ''حلف الفضول''

[i] ریسرچ اسکالر شعبہ علوم اسلامی، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

کے نام سے تاریخ نے محفوظ کی جو کہ جناب زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک وتجویز سے قیام عمل میں آئی تھی۔اور آپ ﷺ بنفس نفیس اس معاہدے میں شریک تھے۔اس وقت نبی مکرم ﷺ کو دنیا میں تشریف لائے ہوئے بیس سال مکمل ہو چکے تھے۔(۱)

معاشی خوشحالی:

کسی مملکت کے نظم ونسق میں مالیاتی نظام کی اہمیت زمانہ قدیم سے رہی ہے۔چنانچہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قبل اسلام بھی مکہ کا مالیاتی نظام بڑا مضبوط و مستحکم تھا کہ ان کا ذریعہ آمدن ''تجارت'' تھا۔مدینہ کے ابتدائی زمانے میں ایک اسلامی دستے نے مشرکین وکفار مکہ کے ایک کارواں پر چھاپا مارا تھا۔اس قافلہ میں پچاس ہزار سنہری اشرفیوں کی سرمایہ کاری کی گئی تھی۔اس زمانے میں اور اس وقت کے حالات کے پیش نظر اتنی بڑی سرمایہ کاری سے قریش کی معاشی خوشحالی اور دولت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔چنانچہ علامہ حلبی فرماتے ہیں:

انّ قریشاً جمعت جمیع اموالھا فی تلك العیر لم یبق بمکة لا قریشی ولا قرشیة له مثقا ل فصاعداً الا بعث به فی تلك العیر ۔(۲)

ترجمہ:''بلاشبہ قریش نے اپنے تمام اموال و دولت اس کاروان میں لگا دیئے کہ مکّہ کا کوئی قریشی مرد و عورت جسکے پاس مثقال برابر سونا تھا باقی نہ رہا کہ اُسنے اس کاروان تجارت میں نہ دیا ہو۔''

ڈاکٹر حمید اللہ اسی واقعے کو ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

''اسلامی دستے نے مشرکین مکہ کے ایک کارواں پر چھاپہ مارا تھا اور اس میں جو مال غنیمت ملا اس کی مالیت ایک لاکھ درہم تھی اس زمانے میں ایک لاکھ درہم کی قیمت آج کل کے کروڑوں روپے کے برابر ہے۔یہ ایک کارواں کا سرمایہ تھا۔اس سے قریش کی دولت کا اندازہ لگا سکتے ہیں''۔(۳)

کفار مکہ کے ذرائع آمدن:

۱: مختلف ممالک کے تجارتی اسفار اور قافلوں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

۲: باہر سے آنے والے زائرین کعبہ پر چڑھاوے چڑھاتے تھے۔(اس کے لیے باقاعدہ ایک وزیر مقرر تھا)

۳: شہر مکہ کے ہر باشندے سے ہر سال متعلقہ افسر کچھ رقم بطور ٹیکس وصول کرتا تھا۔

مکی تاجروں کی عقلمندی تھی کہ تجارتی قافلوں اور تجارتی سامان کی حفاظت کی غرض سے انہوں نے راستے میں آنے والے مختلف قبائل سے تجارتی بنیادوں پر معاشی معاہدے کیئے۔معاشی نقطہ نظر سے مختلف ملکوں کے تجارتی قافلوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے قریش نے یہ انتظام بھی کیا کہ انکا کوئی آدمی بطور محافظ قافلے کے ساتھ سفر کیا کرتا تھا۔(۴)

مختصر یہ کہ یہ مالیاتی نظام وہاں بھی موجود تھا۔مگر ان میں بے حد بے اعتدالیاں پائی جاتیں تھیں۔

نبی مکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں جب پہلی اسلامی ریاست کا سنگ بنیاد رکھا آپ ﷺ نے ریاست کے اس عالمی

بنیادی نکات کو ترجیح دی اور مکہ اور مدینہ کے مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرمائی۔ پھر مدینہ منورہ کے داخلی امن کو پائیدار بنانے کے لیے آپ نے جو دستور مرتب فرمایا اہل مدینہ نے اس کو تسلیم کیا اور اس پر مطلق چیں بجبیں نہ ہوئے۔

یہاں اپنے عنوان کی مناسبت سے ہم صرف ان شقوں کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں جن کا تعلق عقود مالیہ سے ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شافعی لکھتے ہیں:

۱: ہر قبیلہ اپنے طے شدہ رواج پر عمل کرتے ہوئے (دیت اور خون بہا کے معاملات میں) اپنے قیدیوں کو مناسب فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

۲: اہل ایمان اپنے کسی زیر بار قرض دار کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے بلکہ با قاعدہ فدیہ/ دیت اور تاوان ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے۔(۵)

معلوم ہوا کہ ریاست میں امن عامہ اور معاشی منصوبہ بندی ابتداء ہی میں کی گئی اور کسی بھی ریاست کی بقا کے لیے امن عامہ جز ولاینفک ہے اور معاشی استحکام کی ضمانت ہے۔

اسلامی ریاست کے محاصل:

اس سے مراد ریاست اسلامی کے ذرائع آمدن یا ریاست اسلامی کی اجتماعی ملکیت ہے اور وہ تعداد میں ۱۷ ہیں، اور ان میں تین کی مستقل حیثیت نہیں بلکہ وہ مال فئ کے ضمن میں بیان کی جائیں گی۔

(۱)صدقات/ زکوٰۃ (۲)فئی (الف)خراج (ب)جزیہ (ج)عشور (۳)خمس

(۴)رِکاز/ دفینہ (۵)عشر (۶) کراء الارض (۷)وقف (۸)ضرائب

(۹)لقط(۱۰)لاوارث ترکہ (۱۱) کاروبار کے منافع (۱۲)نشوونما ملکیت (۱۳)النوائب

(۱۴)ارض موات۔(۶)

ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ کوئی بھی ریاست یا ملک بغیر دولت یا آمدن کے قائم نہیں رہ سکتی۔ اصطلاح شریعت میں اسلامی ریاست کے خزانہ کا نام بیت المال تجویز ہوا تھا۔ ریاست کی آمدن یہاں جمع کی جاتی تھی اور عوام اور ریاست کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جاتی تھی۔ بیت المال کا تعارف سب سے پہلے پیش خدمت ہے۔

بیت المال کا تعارف:

بیت المال کے لغوی معنی ''مال کا گھر'' ''دولت کا گھر'' ''خزینۃ المال'' یا ''مال کا خزانہ'' مراد ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اس کا مفہوم ''کسی مسلم ریاست کے خزانے'' کے ہیں:

سرکاری رجسٹر کی چوتھی قسم "بیت المال" کی آمد وخرچ کا (حساب وکتاب) رجسٹر ہے۔ اسکی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ:

"وہ مال جس کے مسلمان اجتماعی طور پر مستحق ہوں اور وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ وہ (مال) بیت المال کی ملکیت ہے"۔ (۷)

کسی مسلم ریاست کے خزانے یا اسلامی سلطنت کے اس خزانہ خاص کو کہتے ہیں جس کو ریاست بلکہ اسلامی حکومت عام رعایا کی فلاح وبہبود کے لیے خرچ کرتی ہے، نیز بیت المال سے مراد مسلمان کا قومی خزانہ بھی، ملی جائیداد کا ضامن بھی، تجارت کا ادارہ بھی امانت کا محافظ بھی اور مسلمانوں کے مرکزی ادارے کا سرکاری خزانہ بھی۔ اسلام کا پہلا بیت المال مدینہ منورہ میں قائم ہوا۔ بیت المال کی نگرانی کا کام ایک معزز صحابی حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا گیا جو حساب وکتاب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اسلامی ریاست کی آمدن اور خزانہ رکھنے کی جگہ کو اصطلاح میں بیت المال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے فقہاء احناف نے مصارف بیت المال کے عنوان سے کتب فقہ میں اس کی وضاحت وتشریحات کی ہیں۔

قدوری کے باب الجزیہ کی عبارت بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ ابوالحسن احمد بن ابوبکر محمد بن احمد البغد ادی القدوری (۳۶۲ھ - ۴۲۸ھ انہوں نے صرف پانچ واسطوں سے امام محمد شیبانی سے علم فقہ حاصل کیا اپنے وقت کے فقیہ اور صدوق میں شمار ہوتے تھے) نے لکھا۔

والجزية يصرف فی مصالح المسلمين فيسد منه الثغور وتبنى القناطير والجسور ويعطى منه قضاة المسلمين وعمالهم وعلمائهم ما يكفيهم ويدفع منه ارزاق المقاتلة وزراريهم۔ (۸)

ترجمہ: اور جزیہ کا مال خرچ کیا جائے گا مسلمانوں کی بہتری کے لیے۔ لہٰذا سرحدیں بند کی جائیں گی۔ اس سے پل بنائے جائیں گے۔ اور اس سے مسلمان قاضیوں، عاملوں، اور علماء کو اس قدر دیا جائے گا جو کہ انکی ضرورت کے لیے کافی ہو اور اس سے غازیوں اور ان کی اولاد کا روزینہ دیا جائے گا"۔

ا۔ زکوٰۃ/صدقات:

یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عائد کردہ محصول ہے۔ جس کے بے شمار فوائد ہیں۔ اس کا بنیادی مقصد مال کو گردش میں رکھنا اور مال دار کے دل سے حب مال کو فنا کرنا ہے۔ قرآن کے قاری سے یہ امر مخفی ہے نہیں کہ جہاں جہاں نماز کا ذکر وارد ہوا وہاں وہاں زکوٰۃ بھی شامل ذکر ہے۔ جس کا واضح نتیجہ یوں ہے کہ نماز کی غرض وغایت اس وقت تک پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتی جب تک کہ مال کے ذریعے غرباء اور فقراء کی امداد واعانت نہ کی جائے اور اس مال کو ان کی بہبود پر خرچ نہ کیا جائے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔

واقيموا الصلوٰة واتوا الزكوٰة واقرضوا الله قرضاً حسناً (۹)

ترجمہ: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو"

مفسرین نے تصریح فرمائی ہے کہ یہاں زکوٰۃ سے مراد نفلی صدقات ہیں۔

علامہ محمود احمد آلوسی فرماتے ہیں: ''زکوٰۃ اجمالی طور پر مکہ مکرمہ میں فرض ہوئی تھی اور زکوٰۃ کے مصارف اور اس کی مقدار کا تعین مدینہ منورہ میں ہوا۔ نماز بھی ابتداء میں اجمالی طور پر فرض ہوئی تھی۔ جسکا ذکر سورہ مزّمل میں تفصیلاً موجود ہے۔ شب کی نماز دو رکعات فرض تھیں''۔ (یعنی صرف دو رکعات فرض نماز کا حکم تھا)۔(۱۰)

چُنانچہ ایک حدیث مبارک سے اسکا ثبوت بھی ملتا ہے:

كان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس يصلون الضحىٰ والعصر، فكان النبى ﷺ واصحابه اذا صلوا اٰخر النهار۔ تفرقوا فى الشعاب فصلوها ۔(۱۱)

ترجمہ: فرضیت پنجگانہ سے قبل مسلمان چاشت اور عصر کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان جب دن کے اخر کی نماز ادا فرماتے تو وادیوں / گھاٹیوں میں الگ الگ ہوکر تنہا پڑھتے۔

اس وقت تک مغرب کے تین فرض اور باقی ظہر، عصر وعشاء کے دو دو فرض ادا کرنے کے احکامات تھے۔ واقعہ معراج کے بعد ہجرت مدینہ کے ایک ماہ کے بعد جب کہ مسجد نبوی کی تکمیل ہوچکی تھی اور اصحاب صفہ کے ہجوم نے مسجد کی رونق کو دوبالا کر رکھا تھا۔ مدینہ منورہ میں ظہر، عصر وعشاء کی رکعات کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا تھا اور دو کے بجائے چار چار رکعات کا حکم ہوا۔

رسول مکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہا کو یمن کی طرف یمن کا والی اور قاضی بنا کر بھیجا (یہ سن ۹ ہجری واقعہ تبوک کے بعد ماہ ربیع الثانی کی بات ہے) اس وقت انھیں نصیحت فرمائی تھی کہ ان کو توحید ورسالت کا حکم دینا/ پھر نماز کا حکم دینا اگر وہ اطاعت کرلیں تو پھر ان کو خبر دو کہ اللہ نے ان کے مالوں میں ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو کہ:

تؤخذوا من اغنياءهم وترد على فقراءهم۔ (۱۲)

ترجمہ: ان کے مالدار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی۔

یہاں مختصراً انواع زکوٰۃ کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا چنانچہ وہ پانچ ہیں۔

سونا چاندی: بیس مثقال (ساڑھے سات تولے) اور دوسو درہم چاندی (ساڑھے باون تولہ) (نوٹ نقدی کا نصاب سونا چاندی ہے)

مویشی: ان میں اونٹ، گائے، بیل، بھیڑ وبکریاں شامل ہیں۔

سامان تجارت: تجارت کا سامان اگر سونے چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔

غلہ اور پھل: اگر زمین کی سیرابی بارش یا قدرتی نہروں/ چشموں پر موقوف ہو تو اس کی پیداوار کا ۱/۱۰ حصہ فرض ہے اور اگر کنویں یا مصنوعی ذرائع سے سیرابی ہو تو پیداوار کا ۱/۲۰ فرض ہے۔

صدقات: وہ مال، جو اصحاب ثروت غربا کی بہبود کے لیے، بیت المال کو دیتے ہیں۔اور یہ دراصل وہ اپنے گناہوں اور فسق وفجور کے کفارات کے لیے ادا کرتے ہیں۔

موجودہ نظام صدقات وزکوۃ نا قابل اطمینان ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ادارے کا کوئی پرسان حال نہیں اور نہ احتساب کا کوئی عملی نظام ہے، موجودہ نظام زکوۃ سے معاشرے میں موجود مستحق افراد کی درست کفالت نہیں ہو رہی۔یہی وجہ ہے کہ مختلف پرائیوٹ تنظیمات نے اپنے طور پر اس نظام کو تھام لیا ہے اور بظاہر وہ مستحق افراد کی خدمت کرتے نظر اتے ہیں مگر بادی النظر میں دیکھا جائے تو انھوں اپنی ''اجارہ داری'' قائم کر رکھی ہے۔اپنے کسی تعلق والے، جان پہچان والے کے لئے مدد کا طریقہ کار الگ ہے، اور عام افراد کے لئے مدد کا طریقہ کار الگ ہے۔ایک بہت بڑا سفید پوش طبقہ جو حکومتی امداد اور توجہ کا منتظر ہے۔یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ذمہ داری ہے اور ان مستحق افراد کی امانت ہے جو پوری ایمانداری سے پہچانا ایک شرعی ذمہ داری ہے۔پھر معاشرے سے غربت کا خاتمہ بھی ممکن ہے۔بصورت دیگر مختلف پرائیوٹ تنظیمات نے تو صرف نشہ کرنے والے، اور جرائم پیشہ افراد کو ہی پالنے کا ٹھیکہ اُٹھا رکھا ہے۔

۲۔فیئ

غیر مسلم محارب اقوام سے بغیر کسی جنگ اور محنت کے وصول پائے وہ مال فیئ کہلاتا ہے۔فیئ کا اصل مادّہ ۔ف، ی، ء ہے۔مال فیئ کے احکام سورۃ الحشر میں بیان ہوئے ہیں۔مسلمان جس مال کے خاص مستحق ہیں اسکی تین اقسام ہیں: (۱) مال فیئ (۲) مال غنیمت (۳) صدقہ

قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۳)

ترجمہ: اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے، تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، ہاں اللہ اپنے رسولوں کے

قابو میں دیدیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

یعنی اللہ نے جن مالوں پر اپنے رسول کو غلبہ وتسلط عطا فرمایا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔آیت کے ظاہر اور عموم سے واضح ہے کہ مال فیئ میں عسا کر اسلامی کا حق نہیں۔(تین اقسام اس کے ضمن میں بیان کی جاتی ہیں)

(الف) خراج:

یہ وہ سرکاری اور حکومتی لگان ہے جو غیر مسلم مفتوحین کے غیر منقولہ جائیداد/ زمین پر سالانہ عائد ہوتا ہے۔خراج اور خرج میں فرق یہ ہے کہ خراج زمینوں پر عائد ہوتا ہے جبکہ خرج انسانوں پر عائد کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا: ام تسئلھم خرجاًفخراج ربک خیر (۱۴)

ترجمہ: ''کیا تو ان سے کچھ مانگ رہا ہے، تیرے لیے تو تیرے رب کا دیا ہی بہتر ہے۔''

''جب اہل بحرین (مجوس و یہود و نصاریٰ) نے جزیہ پر صلح کر لی۔ نبی مکرم ﷺ نے انصار کو بلایا تا کہ بحرین کا جزیہ وخراج ان کے لیے لکھ دیں۔لیکن انصار نے (ایثار کرتے ہوئے) عرض کیا، جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا وہ یوں ہے۔

"سمعت انساً بن مالك(رضی الله عنه) دعا النبی ﷺ الانصار لیکتب لھم بالبحرین فقالوا: لا والله حتی تکتب الاخواننا من قریش بمثلها"، (۱۵)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے انصار کو بلایا تا کہ بحرین کا جزیہ وخراج لکھ دیں لیکن انھوں نے عرض کیا (نہیں) اللہ کی قسم ایسا نہ کیجیے جب تک کہ آقا، آپ ہمارے قریشی بھائیوں کے لیے لکھ دیں۔ (مزید تفصیل کے لیے کتاب الخراج ملاحظہ فرمائیں)۔

(ب) جزیہ:

قرآن کریم میں ارشاد ہوا: ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر اور نہ وہ اللہ کے اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے جہاد وقتال کرتے رہو) یہاں تک کہ وہ ذلت کے ہاتھ سے جزیہ دیں۔(۱۶) (سورۃ التوبہ آیت ۲۹، پارہ ۱۰)

ایک طویل حدیث سے اقتباس جزیہ کی بابت پیش خدمت ہے۔

عن سلیمان بن بریدۃ عن ابیه قال قال ﷺ فان ابوا فسلھم الجزیة فان اجابوك فاقبل منھم و کف عنه، فان ابوا فاستعن بالله وقاتلھم۔ (۱۷)

ترجمہ: سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا اگر وہ لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو ان سے جزیہ کا سوال کرو، اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو تم بھی اس کو قبول کر لو اور ان سے ہاتھ روک لو (یعنی جنگ نہ کرو) اور اگر وہ انکار کر دیں تو پھر اللہ کی مدد کے ساتھ ان سے جنگ کرو'

اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو مشرکین سے دو حقوق دلوائے ہیں۔ ا، جزیہ، ۲، خراج۔ یہ دونوں حقوق تین امور میں یکساں اور تین امور میں ان کے درمیان فرق ہے۔ جن اُمور میں یکساں ہیں وہ یہ ہیں:

ا۔ دونوں مشرک کی اہانت اور تذلیل کے طور پر لیے جاتے ہیں

۲۔ دونوں مال فئی ہیں اور اُسی مصرف پر خرچ کیے جاتے ہیں۔

۳۔ دونوں سال گزرنے پر وصول کیے جاتے ہیں۔

جن اُمور میں انکے درمیان فرق ہے وہ یہ ہیں:

۱۔جزیہ نص قرآنی سے ثابت ہے اور ''خراج'' اجتہاد سے ثابت ہے۔
۲۔جزیہ کی ابتدائی مقدار متعین ہے اور انتہائی مقدار اجتہادی (حکمراں کی صوابدید پر) ہے۔
۳۔جزیہ بحالت کفر وصول کیا جاتا ہے جبکہ خراج کفر و اسلام (دونوں حالتوں) میں لیا جاتا ہے۔(۱۸)

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ مال فیئ: وہ مال جو بغیر محنت کے محض اللہ کے فضل سے حاصل ہو، تو اب مسلمان غیر مسلم اقوام کے باج گزار ہیں اور اپنی قوت و شوکت کھو چکے ہیں اس لئے عصر حاضر میں یہ محاصل غیر فعال ہیں۔

(ج) عشور:

غیر مسلم تاجر سے وصول کیا جاتا ہے جب وہ اسلامی ریاست میں تجارت کی غرض سے اپنے اموال لے کر داخل ہو۔

موجودہ حالات میں یہ غیر فعال ہے۔البتہ مسلمان جب غیر مسلم ممالک میں جاتے ہیں تو اپنا سرمایا، اصل سرمایا، اس پر حاصل ہونے والا منافع ان غیر مسلم ممالک کے بنک کے حوالے کر دیتے ہیں۔تاریخ کے اوراق پلٹے تو معلوم ہوا کہ انگریز جب ہندوستان آیا تو تاجر کے بھیس میں یہاں داخل ہوا اور یہاں سے سرمایا جمع کر کے اپنے ملک بھیجا اور وہ قلاش اب دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔اج بھی ان ممالک کے بنک میں مسلمانوں اور مسلم ممالک کے سرمایہ داروں کے حصص سب سے زیادہ ہیں۔

۳۔خمس:

وہ مال جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کی لڑائی کے بعد حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کرنا فرض ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔

واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربٰی والیتمٰی والمسٰکین وابن السبیل (۱۹)

ترجمہ: اور اے مسلمانو! یاد رکھو تم جتنا مال بھی مال غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے۔یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔

اب کسی غیر مسلم ملک یا فوج سے محض اللہ کی رضا کے لیے جنگ ممکن نہیں تو مال غنیمت کا حصول بھی ممکن نہیں۔

۴۔مال رکاز:

وہ مال جو دفینوں اور کانوں سے نکلتا ہے۔اس مال کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس مال میں خمس (پانچواں حصہ) ریاست کا ہے، باقی چار حصے اس شخص کے جس نے دریافت کیا یا جس کی زمین ہے۔

چنانچہ ایک حدیث نبوی ﷺ کے آخری جز کو تحریر کرتا ہوں جس میں ارشاد ہوا۔

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ ﷺ عنه قال وفی الرکاز الخمس۔(۲۰)

ترجمہ: اور معدنیات میں (یا دفینہ) میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے۔

۵۔عشر:

اراضی کی پیداوار کی زکوٰۃ عشر کہلاتی ہے۔قرآن کریم میں یوں ارشاد ہوا۔

واتوا حقه یوم حصاده (۲۱)

ترجمہ: اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

علامہ محمود آلوسی البغدادی رقم طراز ہیں۔

الذی اوجبه الله تعالیٰ فیه۔ (۲۲)

ترجمہ: ''جواللہ نے واجب کیا ہے اس میں سے''۔

مفسرین کے اختلاف کو بیان کرنے کے بعد آپ فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں اس کا خلاصہ یوں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت سے ثابت ہے کہ فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر یا نصف عشر ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول راجح ہے۔(۲۳)

حدیث مبارکہ میں وارد ہوا: عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

فیما سبقت السماء والعیون، او کان عثریا، اَلْعُشْرُ، وما سُقِیَ بالنّضح نصف العشر۔ (۲۴)

ترجمہ: ''جس زمین کو بارش نے سیراب کیا اور چشموں نے سیراب کیا یا اس زمین نے خود اپنی رگوں سے پانی لے لیا۔اس میں عشر ہے۔اور جس زمین کو کنویں کے ڈول سے سیراب کیا گیا اس میں نصف عشر ہے''۔

یہ محاصل فعال تو ہے مگر فائدہ صرف زمینداروں کو ہے۔قوم کو کچھ حاصل نہیں۔

۶۔کراء الارض:

اسلامی ریاست کی زمین کا مقررہ لگان جو کاشتکاروں کی باہمی رضامندی سے وصول کیا جاتا ہے۔

عصر حاضر میں اس محصول سے غرباء کا کوئی فائدہ حاصل نہیں۔

۷۔وقف:

وہ جائیداد یا مال ہے جو مالک/ واقف خدا کے نام پر بیت المال کے لیے وقف کر دے۔

۸۔ضرائب:

معاشی توازن کے قیام کے لیے حکومت/ ریاست امراء پر جو ٹیکس عائد کرتی ہے اور ان سے مالی امداد وصول کر کے غرباء میں تقسیم کرتی ہے۔

عصر حاضر میں حکومت وقت ٹیکس کی مد میں جو بھی آمدن حاصل کرتیں ہیں۔حکومت وزراء جو بیرون ملک دورے کرتے ہیں ان میں یہ رقوم بے حساب خرچ کی جاتی ہیں۔اس سے بھی عوام کو کوئی فائدہ حاصل نہیں۔

۹۔لقطہ:

لقطہ بروزن حُزمہ ہے۔ کسی کوراستے میں گری پڑی چیز مل جائے (اور مالک کا معلوم نہ ہو) اسے لقطہ کہتے ہیں اور اگر بچہ پڑا ہوا مل جائے تو اس کو لقیط کہتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہوا حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہوکر اللہ کے نبی ﷺ سے سوال کیا:

لقطہ (گم شدہ/گری پڑی چیزوں) کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اس (تھیلی) کے باندھنے کی ڈوری اور اس تھیلی کی پہچان کو یاد رکھو، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو، اگر مالک آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو تم اپنے پاس رکھ لو''۔ الخ (۲۵)

۱۰۔ لاوارث ترکے:

وہ مال جس کو مالک نے وصیت کے ذریعے اس کا حق ملکیت بیت المال کی طرف کیا ہو۔ اور ایسے تمام ترکے جن کا کوئی شرعی وارث نہ ہو۔

اسلامی ریاست کی ملکیت کی حیثیت سے بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔

۱۱۔ کاروبار کے منافع:

اسلامی ریاست کو مختلف قسم کے نفع اور کاروبار کرنے کا حق حاصل ہے جو بھی نفع ہوگا وہ اسلامی ریاست کی ملکیت قرار پائے گا۔

۱۲۔ نشوونمائے ملکیت:

اسلامی ریاست کے املاک سے حاصل ہونے والی آمدن بیت المال میں داخل کی جائے گی مثلاً درختوں کے پھل، جنگلات، جانوروں کی نسل وغیرہ سے جو آمدن حاصل ہوگی وہ ریاست کی ملکیت ہے۔

۱۳۔ النوائب:

نوائب سے مراد، ہنگامی ٹیکس ہیں جو خاص حالات کی وجہ سے عوام پر عائد کیے جاتے ہیں۔

عصر حاضر میں عوام پر کسی بھی قسم کے ٹیکس کا بوجھ ڈالنا شرعاً جائز نہیں۔ ہنگامی حالات میں وہ ہی مختلف پرائیوٹ تنظیمات حکومت سے گٹھ جوڑ کر کے چند مفلوک الحال افراد کی امداد کر کے اس کو میڈیا کوریج دینے کے بعد اس مد میں حکومت اور عوام سے خوب مال جمع کر کے غائب ہو جاتے ہیں۔ گزشتہ سالوں میں سیلاب زدگان کے احوال کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اب بھی سوشل میڈیا پر بے شمار ایسی ویڈیو موجود ہیں جو ہمارے موقف کو درست ثابت کردینگی۔ ٹیکس لگانے کی احتیاج موجودہ دور میں بے حد ہے۔ مگر پہلے وہ مال جو کہ وزیروں، مشیروں، اور حکومت کے نامزد امیروں کے اکاونٹ میں بھرا ہوا ہے اس کو خالی کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۴۔ ارضِ موات:

غیر آباد، بنجر زمینوں سے ہونے والی آمدن۔

موجودہ دور میں غیر آباد اور بنجر زمینیں جن کے مالکان موجود ہوں حکومت ان سے وہ زمینیں کچھ واجبی رقم دے کر اپنے قبضے

میں کرے، اور جو انکار کرے اس سے بزور طاقت بغیر کسی رقم کے وہ زمین حاصل کر کے ان زمینوں پر فیکٹریاں قائم کرے اور رہائشی مکانات قائم کرے اور پسماندہ ، مستحقین افراد کی فہرست بنا کر ان کو رہائش اور رزق حلال کمانے کے آسان ذرائع فراہم کرے۔ معاشرے میں امن وسلامتی بھی ہوگی اور خوشحالی بھی ہوگی۔

مذکورہ بالا بحث میں ہم نے صرف محاصل اور ان کا تعارف پیش کیا ہے اور کسی قدر کوشش کر کے ان کے قرآن وسنت سے نصوص وثبوت بھی پیش کیے ہیں۔ اب ہم ان محاصل کے مصارف کا بیان کرتے ہیں۔

اسلامی ریاست کے مصارف

(۱) اسلامی ریاست کے مصارف:

کسی بھی ریاست کے اقتصادی ومعاشی نظام کا مدار اس کے نظام تقسیم دولت پر ہوتا ہے۔ لہٰذا تقسیم کی راہیں مخصوص طبقہ کی طرف ہی کھلیں رہیں تو دولت کی گردش تھم جائے گی اور جس طرح پانی ایک گڑھے میں پڑا رہنے سے سڑ جاتا ہے اور اس میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے اور مختلف امراض جنم لینے لگتے ہیں بالکل اس طرح معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور مختلف جرائم کی بنا پر وہ معاشرہ انسانی دائرہ سے نکل کر حیوانی معاشرہ کی شکل میں اختیار کر جاتا ہے۔ اور اگر نظام تقسیم دولت کی راہیں عوام کی طرف ہوں تو عوام خوشحال ہوں گے۔ اور عوام کی قوت خرید میں اضافہ ہوگا اور سرمایہ زیادہ سے زیادہ گردش میں رہے گا تو بلا شبہ معاشرے میں ہر فرد خوشحال پرسکون رہے گا۔ قرآن حکیم میں بھی اس بابت ارشاد ہو:

کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (۲۶) ترجمہ: تاکہ یہ مال اغنیاء کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے۔

(۲) سرمایہ دارانہ نظام کی خرابی:

سرمایہ دارنہ نظام نے تقسیم دولت کی بنیاد فرد پر رکھی تو معاشرے پر ظلم ہوا۔ فرد قارون کے مثل سرمایہ سمیٹ کر اس پر قابض ہو گیا اور دولت کی گردش رک گئی۔ فساد فی الارض پیدا ہونے لگا۔

(۳) اشتمالیت واشتراکیت کے نظام کی خرابی:

اشتراکیت نے اجتماعیت پر بنیاد رکھی ہے تو افراد پر ظلم ہوا ہے صرف اسلام ہی وہ واحد دین ہے کہ اسلام نے تقسیم دولت کا عادلانہ نظام پیش کیا ہے۔

(۴) اسلامی نظام تقسیم دولت:

اسلام میں سرمایہ کار کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے گردش دولت کا رخ عوام کی طرف کر رکھا ہے۔ (تاکہ عوام کی قوت خرید مضبوط ہو۔ جس قدر قوت خرید مضبوط اور پائیدار ہوگی اس قدر تاجر اور سرمایہ کار مستحکم اور خوشحال ہوگا اور دولت کی گردش بھی رہے گی ہر

طرف خوشحالی ہی خوشحالی ہوگی۔

چند امور کی وضاحت ضروری ہے۔

اسلام نے ایک مکمل اقتصادی نظام عطا فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے ماننے والوں کو تاکید فرمائی ہے کہ راست بازی کے ساتھ حق دار کو اس کے پورے پورے حقوق دیں۔ بصورت دیگر یوم آخرت کو ایک ایک شئ کا حساب لیا جائے گا تو اس دن ظالم کے ظلم کا فیصلہ کیا جائے گا تب تک اختیار ہے کہ تم کیا اعمال اختیار کرتے ہو۔

(۲) تقسیم دولت کی دو ہی صورتیں عادلانہ طور پر ممکن ہیں۔

(۲۔الف) صورت عمل (۲۔ب) ضرورت وحاجت

(۲۔الف) صورت عمل:

خالق کائنات نے ایسا شاندار نظام قائم فرمایا جس کی مثال بلاشبہ محال ہے۔ اس نظام کے تحت انسان اپنی ذات پر غور کرے کہ کیا کیا انعامات الٰہی اور صلاحیتوں سے بھرپور ہے انسان اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر محنت ومشقت کر و اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

قرآن کریم میں ہے۔

وان لیس للانسان الا ماسعی

ترجمہ: انسان کے لیے اتنا ہی ہے (اس دنیا میں) جتنا اس نے کوشش کی۔ (۲۷)

گویا معاوضہ بمقدار محنت ملتا ہے۔

ایک موقع پر آپ ﷺ طلب معیشت کی ترغیب وترھیب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عن ابی حمید الساعدی قال قال النبی ﷺ اجملوا فی طلب الدنیا فان کلا میسر لما خلق اللہ

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی مکرم نے فرمایا دنیا طلب کرنے میں اعتدال سے کام لو کیونکہ انسان جس شئ کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لیے آسان کردی جائے گی۔ (۲۸)

اس سے متصل دوسری روایت بھی قابل توجہ ہے۔ فرمایا ﷺ نے کہ:

ترجمہ: سب سے بڑا رنج اس مسلمان کو ہوتا ہے جسے دنیا کی بھی فکر ہو اور دین کی بھی'' (۲۹)

ان مذکورہ نصوص مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو کسب کی ترغیب اور اس پر دنیا وآخرت کے اجر کی نوید سناتا ہے اور اس نظام میں آجر اور آجیر کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کرتا ہے اور دونوں کو آپس ایک دوسرے کا کفیل اور تمام ضروریات کا محافظ بناتا ہے۔

(۲۔ب) ضرورت وحاجت:

معاشرے کے بسنے والے وہ تمام افراد جو کہ کسب معاش سے معذور یا محروم ہیں ان تمام افراد کی کفالت اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔

والذین فی اموالھم حق معلوم ،للسائل والمحروم (۳۰)

ترجمہ: اور وہ (ایثار کیش) لوگ جن کے اموال میں حصہ مقرر ہے۔مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محتاج کا۔

اس باب میں قرآن کریم کی دیگر بے شمار آیات ہیں اور کتب احادیث میں ذخیرہ مضامین لاتعداد ہیں۔اس قدر شدید تاکید وتکرار کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے عمال، اُمراء اور وزراء کے بینک اکاؤنٹ بے حساب وکتاب ہے اور دن بدن بڑھتا ہی جارہا ہے یعنی الٹا حساب بن گیا ہے۔یہ غریب، فقیر، مسکین، یتیم، بیوہ، معذور، نابینا اور ذہنی امراض کے شکار افراد معاشرہ کا یہ طبقہ اپنے حق سے محروم ہے۔ہمارے ملک پاکستان کی عوام کی خیر ہو کہ ان میں سے بعض صالح افراد نے اپنے انفرادی کوششوں سے مذکورہ بالا معاشرہ کے محروم طبقہ کی خبر گیری کا انتظام واہتمام کر رکھا ہے۔

۷۔مال غنیمت/خمس:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ ولرسول (۳۱)

ترجمہ: اور جان لو بے شک تمہارے غنیمت کے مالوں میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔

امام کاسانی لکھتے ہیں:

''نبی مکرم کی حیات ظاہرہ میں اس مال غنیمت کے خمس کے پانچ حصے تھے۔

(۱) ایک نبی مکرم ﷺ کے لیے۔

(۲) دوسرا نبی مکرم کے قرابت داروں کے لیے۔

(۳) یتیموں کے لیے۔

(۴) مسکینوں کے لیے۔

(۵) اور ایک حصہ مسافروں کے لیے۔

اب نبی مکرم ﷺ کا حصہ ساقط ہو گیا، چنانچہ اب خمس کے صرف تین حصے کیے جائیں گے۔

۱: یتیموں کے لیے۔

۲: دوسرا فقراء اور وہ فقراء جن کا تعلق بنو ہاشم سے ہو یعنی جن پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔

۳: تیسرا حصہ مسافروں کے لیے۔(۳۲)

۷۔اموال غنیمت دو طرح کے ہیں:

(الف)منقولہ اموال (ب) غیر منقولہ جائیداد

(الف)منقولہ:

اموال سے پانچواں حصہ الگ کرنے کے بعد باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں (اس کی تفصیلات کے لیے کتب فقہ سے رجوع کیجیے) اس تقسیم میں ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں۔

(ب)غیر منقولہ:

جائیداد میں خلیفہ، مجاہدین، کی اجازت کے بغیر تصرف کا اختیار نہیں رکھتا۔ امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ امام کو اختیار حاصل ہے، بغیر اجازت بھی وہ چاہے تو مجاہدین میں تقسیم کردے اور چاہے تو مفتوحہ زمین بیت المال میں داخل کرے اور ان کی آمدنی ملکی ضروریات پر خرچ کرے۔

ہمارا موٴقف یہ ہے کہ دونوں حکم کا تعلق حالات وواقعات سے ہے۔ جو وقت کا تقاضا ہو وہ کرنا چاہیے۔ مثلاً قبیلہ بنوقریظہ پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد ان کی زمینیں مہاجرین میں خمس نکال کر تقسیم کردی گئی تھیں۔

(مثالیں) ہجرت مدینہ کے پانچویں سال غزوۂ خندق کے بعد نماز ظہر ادا کرنے کے بعد بنوقریظہ سے جنگ کا حکم نازل ہوا تین ہزار افراد کے ساتھ روانہ ہو کر 25 دن تک بنوقریظہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ آخرکار حضرت سعد بن معاذ کو حکم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم کرلیا اور ان کے فیصلہ کے مطابق مردوں کو قتل کیا جائے۔ عورتیں اور بچے گرفتار کرلیے جائیں اور ان کا مال واسباب غنیمت ہے۔

اس طرح چھ ہجری میں جب خیبر فتح ہوا، تب اس کی تقسیم نبی مکرم ﷺ کل مال کے 36 حصے کیے۔ 18 مجاہدین میں تقسیم کردیے۔ جبکہ بقیہ ۱۸ حصے ریاست مدینہ کی دوسری ضروریات کے لیے محفوظ کرلیا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اموال غیر منقولہ مجاہدین میں تقسیم کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ حالات کے تقاضے کے پیش نظر رکھتے ہوئے تقسیم کی جائے۔

۸ موجودہ حکومت کی ذمہ داری:

آج کی موجودہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرہ کے کمزور طبقہ کے لیے ضروری اقدامات کریں اور اس کی بہترین دیکھ بھال کا اہتمام بھی کریں۔ ریاست اسلامی کے محاصل ومصارف کے وصول اور تقسیم کا ذمہ صاحب بیت المال کا ہوتا ہے۔ جو کہ ریاست کا والی ہوتا ہے۔ اس قسم کے تقررات کے لیے مسلمان ہونا، آزاد ہونا، عادل ہونا، اور اس شعبہ کی ضروری معلومات ہونے کے ساتھ ساتھ ''اہل'' ہونا بھی ضروری ہے۔ اس منصب پر معین کرنے کے لیے دیانت وامانت عدالت اور پیشہ ورانہ مہارت جیسے ضروری اوصاف حمیدہ ہونا ازبس ضروری ہیں۔ حکومت وقت دور حاضر کے جید علماء پر مشتمل ایک ۲۵ رکنی کونسل کا اعلان کرے اور یہ تمام اُمور اس کونسل کے حوالے کیے جائیں۔ اس طریقہ سے بہت جلد ملک کے ''بیت المال'' کے نظام میں تبدیلی لا کر اسکو نظام مصطفی ﷺ کے تحت فعال کیا جاسکتا ہے۔

(الف) یتیم خانہ:

جو موجودہ یتیم خانے ہیں ان کا انتظام وانصرام انسانی بنیادوں پر کیا جانا چاہیے۔ اور مزید ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر نئے یتیم خانے تعمیر کروانا اور اس کا انتظام اسلامی ریاست کے بیت المال کے تحت ہونا چاہیے۔ ارض موات: جس کا تذکرہ ابھی گزشتہ صفحات میں گزر، ایسی زمینیں حاصل کر کے ان پر حکومتی خرچہ پر یتیم خانہ، معذور افراد کے لیے بڑے پیمانے پر رہائش کا اہتمام کرنا، اور ان میں سے ہر شخص سے اس کی صلاحیتوں اور قابلیت کی بنیاد پر آسان امور کی انجام دہی میں ان کو مصروف عمل رکھنا کہ ان کو کسی قسم کی احساس محرومی کا دکھ نہ رہے۔ اس طرح معاشرے میں تیزی سے بڑھتی ہوئی احساس محرومی اور معذور افراد کے مسائل کو قابو کیا جاسکتا ہے۔

(ب) لاوارث/معذور خانہ:

معاشرہ کے وہ افراد جو کسی جسمانی عذر کا شکار ہو گئے ہیں اور وہ لاوارث ہوں ان کے لیے بھی علیحدہ سے ایک ادارہ ہونا چاہیے۔ جس کا سارا انتظام بیت المال سے ہو، بسوں اور ریلوے کے سفر میں ان کے لیے ۱/۴ کی رعایت خصوصی ہونی چاہیے۔ (نوٹ: جس طرح فوج کے افراد یہ مراعات حاصل ہیں جس کا قرآن وسنت سے کوئی دور کا بھی ثبوت نہیں) یہ مراعات خصوصی ان افراد کے لیے ہونی چاہیے۔

ان تمام امور کو انجام دینے سے مسلمان معاشرے میں بہتری ہوگی اور معاشرے سے گداگری کی لعنت کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ مقام تعجب ہے کہ ہمارے ملک میں کئی ایک گداگری کے پیشے سے وابسطہ افراد بالواسطہ کسی وزیر (M.P.A) کی زیر سرپرستی یہ گھناؤنا کام انجام دے رہے ہیں۔ ریاست کے سرپرست کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرہ کے ان ناسوروں کا شاندار علاج کریں۔

(ج) اسلامی ریاست کے مصارف دو طرح کے ہیں۔

(الف) ترقیاتی اخراجات۔ (ب) غیر ترقیاتی اخراجات

(الف) ترقیاتی اخراجات:

پل کی تعمیرات، سڑکیں اور لوگوں کی آمد ورفت کے لیے محفوظ ومضبوط راستے تعمیر کروانا۔ طویل مسافت کے راستوں میں لوگوں کے طعام واستراحت کے سستے اور آسان زرائع کا اہتمام کروانا۔

اور شہر کے داخلی راستوں پر اور شہر کے دروازوں پر تاجر حضرات اور دیگر گزرنے والوں سے ٹیکس وصول کرتے ہیں۔ یہ جگہیں وزیر ٹھیکے پر دیتے ہیں اور جو آمدن حاصل ہوتی وہ اپنی جیب میں ڈالتے ہیں اور قومی خزانہ میں کچھ نہیں دیتے، یہ ٹیکس وصول کرنا ازروئے شرع ''رشوت'' کے زمرہ میں ہے۔ اور یہ لینے والا ظالم ہے جس کو عربی میں ''مکاس'' کہتے ہیں، جبکہ دینے والا مظلوم ہے اور مظلوم کا گناہ بھی ظالم کے سر پر ہے۔ حدیث میں ہے: عن عقبة عامر رضی الله عنه انّه سمع رسول الله ﷺ یقول "لا یدخل صاحب مکس الجنّة"۔ (۳۳)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ انہوں نے سنا اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ''صاحب مکس جنّت میں

داخل نہیں ہوگا'' علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں:-**وقال بغوی، یرید بصاحب المکس الذی یاخذ من التجار اذا مرّوا علیہ مکساً**۔الخ (۳۴)۔(بخوف طوالت عربی عبارت نقل نہیں کی) ترجمہ: امام بغوی نے فرمایا: صاحب مکس سے مراد وہ شخص ہے کہ جب بھی اس کے پاس سے تاجر گزرتے ہیں تو وہ عشر کے نام سے ان سے مکس لیتا ہے۔'' ہمارے شہر کے دروازے پر جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے وہ کسی بھی عنوان سے لیا جائے ہرگز شرعاً جائز نہیں۔

(ا) ریلوے کی ترقی اور نئی لائنیں (new trakes) تعمیر کروانا:

نوٹ: یہاں برسبیل تذکرہ ہمارے ملک پاکستان کے حوالے سے یہ بتانا مناسب ہے کہ انگریز جو Trakes بنا کر گئے تھے وہی آج تک ہیں۔ سالانہ کروڑوں روپے ریلوے پر خرچ ہو رہے ہیں اس کے باوجود پاکستان ریلوے خسارے میں ہی رہتا ہے۔ آج کے اخبارات 13/03/2012 کی خبر کے مطابق چین نے سہارا دیا ہے اور ریلوے کے کچھ نئے ڈبے پاکستان بھجوائے گئے ہیں۔ اور اس تمام سے جو بھی حاصل کیا جائے گا وہ (حسب روایت) بھی خسارے میں گنوا دیا جائے گا۔ اور پاکستان کی عوام کو مختلف مسائل میں الجھا کر رکھا جائے گا۔

علماء ومشائخ اور دینی علم حاصل کرنے والوں کے اخراجات:

مسلمان قاضیوں، عاملوں اور علماء کی تعلیمی تحریری، تقریری صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے لیے بیت المال سے مال خرچ کیا جائے گا، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ہم ''ھدایہ'' اور ''قدوری'' کے حوالے سے یہ بات ذکر کر چکے ہیں بلکہ علماء دین کے لیے ایسے شاندار وظائف مقرر کیے جائیں جس کے بعد وہ فکر معاش سے آزاد ہو کر محض دین اسلام کی ترویج واشاعت میں مشغول ہو جائیں اور چندہ کلچر پر پابندی عائد کی جائے اسطرح دہشت گردی کی روک تھام میں بے حد آسانی پیدا ہو جائے گی اور یوں سیاسی ومذہبی اختلافات کی اس تلخ فضاء کی تلخی میں بھی نمایاں فرق پیدا کیا جاسکتا ہے۔

(ب) غیر ترقیاتی اخراجات:

(ا) شفاخانے:

اسپتال اور اسپتال کی مناسب دیکھ بھال دیگر ضروریات کے اخراجات بیت المال سے ادا کیے جائیں۔ علاج کو مکمل مفت کیا جائے۔

(۲) تعلیمی ادارے:

اسکول، کالج اور جامعات کی تعمیر وترقی کے لیے بھی تمام اخراجات ادا کیے جائیں (اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ جامعات ہر قسم کی لسانی، تعصبی، مذھبی سیاست سے پاک ہوں تب ہی ملک میں امن وسلامتی کے پھول کھلائے جاسکتے ہیں۔)۔ اسکالرز کے وظائف مقرر کیے جائیں۔ مسلمان قاضیوں، عاملوں اور (بالخصوص) علماء کے شاندار وظائف متعین کیے جائیں تاکہ قوم وملت کی ''تعمیر نو'' کرنے میں ان کی مدد حاصل کی جاسکے۔

اختتامیہ:

اللہ تعالیٰ ملّت اسلامیہ کو توفیق دے کہ اسلامی ریاست کی بقاء کے لیئے کوشیش جاری رکھیں۔اور ساری دنیا میں اسلامی نظام قائم کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔اور آخر میں ہم اپنے وطن اوراس ارض مقدس ''پاکستان''، جس کو قدرت نے مختلف نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔مخلص ومومن افراد اسکی خدمت کے لیے پیدا ہوں۔جو کہ ان وسائل کو دیانت وامانت کے ساتھ بروئے کار لائے۔اور دنیا کا سپر پاور ہمارا ملک پاکستان ہو۔پاکستان کی خیر ہو۔آمین۔

حوالہ جات

(۱) ضیاءالنبی۔ج ۳ص ۱۲۲ پیرمحمد کرم شاہ الازہری ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور 1994ء

(۲) سیرت حلبیہ۔ج اول ص ۱۳۳ علامہ برھان الدین حلبی دارالفکر۔بیروت 1421ھ

(۳) اسلامی ریاست۔ص ۱۳، ڈاکٹر حمید اللہ طیب پبلیشرز، 2012ء

(۴) اسلامی ریاست۔ص ۱۵ ڈاکٹر حمید اللہ طیب پبلیشرز، 2012ء

(۵) سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد۔امام محمد ابن یوسف الصالحی دارالفکر العلمیہ۔بیروت 1433ھ

(۶) ھدایہ آولین وآخرین ابواب الزکوۃ، والجزیۃ۔الہدایہ۔امام ابوالحسن الفرغانی المرغینانی دارالکتب العلمیہ بیروت سن ندارد

(۷) اسلامی نظام حکومت۔ص ۲۷۳۔مترجم الاحکام السلطانیہ پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔پاکستان۔مئی 1990

(۸) مختصر القدوری، باب الجزیہ ابوالحسن احمد بن ابی بکر محمد بن احمد القدوری قدیمی کتب خانہ کراچی۔س،ن سن ندارد

(۹) المزمل، آیت ۲۰

(۱۰) تفسیر روح المعانی ج ۱۹،ص ۲۰۷ علامہ محمود آلوسی مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ سن ندارد

(۱۱) الا صابہ فی تمییز الصحابہ۔ج ۴۔ص ۳۶۴۔رقم حدیث ۲۲۳۷۔حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی۔دار صادر بیروت۔ لبنان۔2008

(۱۲) صحیح بخاری۔کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ۔امام محمد بن اسمعیل البخاری دارالکتب العلمیہ 2009۔صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۱۷۲۲

(۱۳) سورۃ الحشر آیت ۴

(۱۴) سورۃ المومنون آیت: ۷۲

(۱۵) کتاب الخراج، ص ۲۲۔۱۲۳ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم دارالمعرفۃ۔بیروت سن ندارد

(۱۶) سورۃ توبہ آیت: ۲۹

(۱۷) صحیح مسلم۔کتاب الجھاد و السیر۔باب تامیر الامام الامرئ۔ص ۶۸۸۔رقم الحدیث: ۱۷۲۲۔امام مسلم دارالکتب العلمیہ بیروت سن سن ندارد

(۱۸) اسلامی نظام حکومت۔ص ۲۵۶۔مترجم الاحکام السلطانیہ پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔پاکستان۔مئی 1990

(۱۹) سورۃ الانفال آیت: ۴۱

(۲۰) صحیح مسلم۔کتاب الحدود۔باب جرح العجماء و المعدن و البئر جبار۔امام مسلم۔رقم الحدیث: ۱۷۱۰۔دارالکتب العلمیہ بیروت۔سن ندارد

(۲۱) سورۃ الانعام۔آیت: ۱۴۱

(۲۲) تفسیر روح المعانی ج ۸،ص ۲۰۷ علامہ محمود آلوسی مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ سن ندارد

(۲۳) تبیان القرآن ج ۳ ص ۱۷۶ علامہ غلام رسول سعیدی فرید بک سٹال لاہور۔1994ء

(۲۴) صحیح بخاری۔رقم الحدیث: ۱۴۸۳، امام محمد بن اسمٰعیل البخاری۔کتاب الزکوٰۃ۔دارالکتب العلمیہ 2009۔صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۱۷۲۲

(۲۵) صحیح مسلم۔کتاب اللقطہ۔رقم الحدیث: ۱۷۲۲۔امام مسلم دارالکتب العلمیہ بیروت سن ندارد

(۲۶) سورۃ الحشر: آیت: ۰۷

(۲۷) سورۃ النجم۔آیت: ۳۹

(۲۸) سنن ابن ماجہ۔ابواب التجارت فرید بک سٹال لاہور 1994ء

(۲۹) سنن ابن ماجہ۔ابواب التجارت فرید بک سٹال لاہور 1994ء

(۳۰) سورۃ المعارج۔آیت: ۲۴۔۲۵

(۳۱) سورہ توبہ۔آیت: ۴۱

(۳۲) بدائع الصنائع، ج ۹،ص ۴۹۹ علامہ علاؤالدین کاسانی دارالکتب العربی بیروت سن ندارد

(۳۳) سنن ابوداؤد، کتاب الخراج والامارۃ۔رقم الحدیث: ۲۹۳۷۔دارالعلمیہ۔بیروت

(ایضاً) ابن خزیمہ: کتاب الزکوۃ، واخرجہ احمد، الدارمی، والحاکم فی المستدرک

(۳۴) حاشیۃ ابن عابدین از: علامہ ابن عابدین شامی۔مطلب: ماورد فی ذم العَشار۔ج: ۵ ص: ۵۸۳۔دار الثقافۃ والتراث۔دمشق